امام بخاری رحمہ اللہ

کا

رسالہ

”جزء القراءة خلف الامام“

پر ایک طائرانہ نظر

تالیف:

محدث الھند حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری رحمہ اللہ

امام بخاری کا رسالہ
"جزء القرأة خلف الامام"
پر ایک طائرانہ نظر

مکرمی حضرت مولانا غازی پوری صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

زمزم کا تازہ شمارہ جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۳ نظر نواز ہوا، نیز ارمغان حق جلد دوم نے دیدۂ مشتاق کو آسودہ کیا، آپ کو اللہ نے تحریر کا جو سلیقہ دیا ہے اس پر رشک آتا ہے، مشکل مضامین کو ایسے انداز میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے، اور دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، ارمغان جلد دوم بھی پہلی جلد کی طرح اہم عنوانات پر مشتمل ہے، اور ہر مضمون قابل مطالعہ ہے۔

"امام ابوحنیفہ کے بارے میں محدثین کی جرحوں کی حقیقت" والا مضمون بڑا اہم ہے، اس کو الگ سے شائع کر دیا جائے اور اس کا ترجمہ ہندی اور انگریزی میں بھی ہو جائے تو بہت نفع ہوگا، میرا یقین ہے کہ حضرت امام اعظم کی روح آپ کو دعا دیتی ہوگی ، کتنے پیارے اور تحقیقی انداز میں امام رحمۃ اللہ علیہ پر جرحوں کی حقیقت کو آپ نے واضح کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لے کر غیر مقلدین عوام کو امام اعظم کے بارے

میں جو بدگمان کرنے کا کارنامہ انجام دیتے ہیں، آپ کے اس مضمون سے ان کی کارستانیوں پر اللہ نے چاہا تو پانی پھر جائے گا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ جزء قرأت خلف الامام کے نام سے ہے، یقیناً یہ رسالہ آپ کی نظر سے گذرا ہوگا، ہمیں اشتیاق ہے کہ اس رسالہ کے مشمولات اور ان کی حقیقت سے آپ قارئین زمزم کو آگاہ کریں، امید ہے کہ یہ درخواست درخور اعتناء ہوگی۔

والسلام
محمد شفیع انصاری، اعظم گڈھ

☆☆☆☆☆

امام اعظم پر جرحوں والا مضمون آپ کو پسند آیا، یہ آپ کی حق شناسی کی دلیل ہے، ورنہ یہی مضمون بعض اپنے ہی لوگوں کی نگاہ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں صاحب مضمون کی جرأت بیجا قرار پایا۔ امام بخاریؒ کی ہر بات کو جوں کا توں مان لینا ہمارا ابھی مزاج بن گیا ہے، اب آپ نے مدیر زمزم کو مزید ایک امتحان میں ڈال دیا ہے، آپ کی یہ خواہش کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "**جزء القرأة خلف الامام**" کے بارے میں مدیر زمزم کچھ اظہار خیال کرے، میرے لئے بڑی آزمائش ہے اور اندیشہ ہے کہ اس بارے میں میرا کچھ کہنا بہت سی طبائع نازک کے لئے جن کے دلوں میں امام بخاریؒ کا بے انتہا احترام ہے اور جن کے نزدیک امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کسی طرح کی لب کشائی خطرناک جرم ہے، میری تحریر ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگی۔

بہر حال اس رسالہ کے بارے میں میرا اجمالی تاثر یہ ہے کہ یہ رسالہ نہ بہت زیادہ تحقیقی ہے اور نہ امام بخاری کے مشہور فضل وکمال اور علم حدیث میں ان کی مہارت وامامت کے حسب حال ہے، اور نہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری نے جب یہ رسالہ تحریر فرمایا تھا تو وہ بہت پراگندہ ذہن اور پراگندہ خاطر

تھے، ان کی یہ پریشان خاطری و پراگندہ ذہنی پورے رسالہ میں جگہ جگہ عیاں ہے، امام بخاری کا قرأت خلف الامام کے بارے میں معروف مذہب یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے ہر نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، مگر پورا رسالہ پڑھنے کے بعد بھی امام بخاری کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ ان کا صحیح مذہب اس بارے میں کیا ہے؟ مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا یا سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورہ بھی ملائے گا، پھر وہ کب پڑھے گا، ثناء کے بعد امام کی سورہ فاتحہ سے پہلے یا امام کے ساتھ امام کی قرأت کی حالت میں، یا امام کے سکتات میں، صرف سرّی نماز میں پڑھے گا یا جہری نماز میں بھی پڑھے گا؟ آپ پورا رسالہ پڑھ جائیں، امام بخاری کا قرأۃ خلف الامام کے بارے میں مذہب واضح نہیں ہوتا ہے، صاف محسوس ہوتا ہے کہ امام بخاری نہایت پریشان خاطری کا شکار ہیں۔

پھر رسالہ کی ترتیب بھی بڑی بے ترتیب ہے، امام بخاری جن کو اپنا خصم سمجھے ہوئے ہیں یعنی جن حضرات کے یہاں امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے، ان کا استدلال قرآن سے ہے، پھر احادیث سے ہے، پھر اقوال صحابہ وفتاوی صحابہ سے ہے، پھر اکابر تابعین کے آثار سے ہے۔ اب امام بخاری کو بھی اسی ترتیب سے اپنا رسالہ مرتب کرنا چاہئے تھا، مگر اس رسالہ میں امام بخاری نے کوئی ترتیب قائم نہیں کی ہے، بلکہ کیف ما اتفق حدثنا، حدثنا کہتے چلے جاتے ہیں، بعض باتیں تو امام بخاری نے بڑی ہی بے تحقیق لکھی ہیں جو ان کے کمالات وفضائل کو مجروح کرتی ہیں، نیز امام بخاری نے اس رسالہ کی احادیث کی چھان پھٹک میں بھی اپنی معروف مہارتِ فن کا ثبوت نہیں دیا ہے، ضعیف احادیث اور مجروح راویوں سے بھی وہ سند لاتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس رسالہ جزء قرأت خلف الامام کے بارے میں یہ میرا اجمالی تبصرہ ہے، اس اجمال کی اب تھوڑی سی تفصیل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اس رسالہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو سب سے پہلی حدیث ذکر کی ہے وہ یہ ہے:

(۱) عن اسحٰق بن راشد عن الزهری عن عبد الله بن ابی رافع مولیٰ

بنی هاشم حدثه عن علی ابن ابی طالب ، إذالم یجهر الامام فی الصلوات فاقرأ بام الکتاب وسورة اخریٰ فی الاولیین من الظهر والعصر وبفاتحة الکتاب فی الاخریین من الظهر والعصر وفی الآخرة من المغرب وفی الاخریین من العشاء۔

یعنی حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ اگر امام نمازوں میں جہر نہ کرے (یعنی نماز سری ہو) تو تم (امام کے پیچھے) سورہ فاتحہ اور ایک اور کوئی سورت پڑھو، اور یہ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اور صرف سورہ فاتحہ پڑھو، اور ظہر اور عصر کی دوسری دو رکعتوں میں اور مغرب کی آخری رکعت میں اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں۔

یہ اس رسالہ کی پہلی روایت ہے، آپ اس روایت کے مضمون میں غور فرمائیں کہ کیا اس سے امام بخاری کے معروف مذہب کا پتہ چلتا ہے، امام بخاری کا معروف مذہب یہ ہے کہ مقتدی ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا کوئی دوسری سورہ نہیں ملائے گا، جبکہ حضرت علیؓ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) امام کی جہری قرأت پر مقتدی خاموش رہے گا۔

(۲) جب امام سرّی نماز پڑھائے گا تو مقتدی ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ نہیں پڑھے گا بلکہ اس کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ بھی ملائے گا۔

(۳) مقتدی ظہر اور عصر کی دو اخیر کی رکعتوں میں اور مغرب کی تیسری رکعت میں اور عشاء کی دو اخیر رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا۔

آپ غور فرمائیں کہ ان تینوں باتوں کو امام بخاری کے معروف مذہب سے کیا تعلق ہے۔

(۲) دوسری قابل لحاظ بات یہ ہے کہ امام بخاری کو اپنا رسالہ شروع کرنے کیلئے نہ قرآن پاک کی کوئی آیت ملی، نہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث نہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان کا کوئی ارشاد ملا، چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی ؓ کا ایک اثر ملا اور وہ بھی ایسا اثر جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں

معروف ومشہور مذہب معلوم بھی نہیں ہوتا ہے کہ، بلکہ اس سے ان کا معروف ومشہور مذہب مردود قرار پاتا ہے۔

(۳) اور لطف بالائے لطف یہ ہے کہ حضرت علی کا اثر بھی ائمہ محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے، اس کی سند میں جو اسحٰق بن راشد راوی ہے اس کے بارے میں حضرت امام ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ **لایحتج بحدیثہ** یعنی اس کی حدیث لائق حجت نہیں ہوتی ہے (میزان، ج:۱،ص:۱۹۱)

اور حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں: **فی حدیثه عن الزهری بعض الوهم** (ص:۱۰۰) یعنی ان کی جو روایتیں امام زہری سے ہیں اس میں کچھ وہم ہوتا ہے، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہاں جو اثر نقل کیا ہے وہ بھی امام زہری سے ہی سے نقل کیا ہے۔

بہرحال اس رسالہ میں جو پہلی حدیث ہے اس کا حشر آپ نے معلوم کرلیا، اور میری اوپر کی گفتگو سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ جو میں نے ابتداءً یہ عرض کیا تھا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ نہ ترتیب کے لحاظ سے قابلِ لحاظ ہے نہ یہ کوئی بہت تحقیقی ہے، بلکہ امام بخاری کی پریشان خاطری اور پراگندہ ذہنی کا یہ رسالہ پتہ دیتا ہے، ہماری یہ بات صداقت سے بالکل خالی نہیں ہے۔

جب ہم حقائق کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں تو ہمارے بعض کرم فرما فرماتے ہیں کہ تم اپنی تحریر میں امام بخاری کی شان وعظمت کا لحاظ نہیں کرتے ہو، یعنی اب حقائق کا اظہار بھی جرم ہے۔

(۲) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں دوسری حدیث وہ ذکر کی ہے جو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی ہے، جو بہت مشہور ہے، جس کا مضمون یہ ہے:

''حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے۔''

اس روایت کو امام بخاری نے پہلے تین سندوں سے ذکر کیا ہے، پھر اسی کو

حضرت معمر عن الزہری کی سند سے ذکر کیا ہے، جس میں **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً** کا لفظ ہے، یعنی اس روایت میں **فصاعداً** کا لفظ بھی ہے جس کے ساتھ پوری روایت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی ہے جو سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھے، (چونکہ یہ صحیح روایت امام بخاری کے معروف مذہب کے خلاف ہے، اس لئے کہ ان کا مذہب تو یہ ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور نہیں ملائے گا. جبکہ حضرت عبادہ کی اس سند والی روایت میں حضور کا یہ فرمان ہے کہ قاری سورہ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی ملائے ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی) تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی زیادتی کو غلط ٹھہرانے کے درپے ہوگئے، فرماتے ہیں: **قولہ فصاعداً غیر معروف**، یعنی حضرت معمر کی روایت میں **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** کے ساتھ **فصاعداً** کا جو لفظ ہے وہ غیر معروف ہے، حضرت امام بخاری کی اس بات میں کتنی صداقت ہے اگر اس کے بیان کرنے کے درپے ہم ہوں تو خاصا وقت صرف ہوگا اور مضمون بہت طویل ہوجائے گا، اس لئے ہم صرف یہ عرض کریں گے کہ حضرت معمر ثقہ اور نہایت قابل اعتبار راوی ہیں، اور محدثین نے یہ اصول ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث میں کوئی بات زیادہ بیان کرتا ہے تو اس کی وہ زیادتی قابل قبول ہے اس کو رد نہیں کیا جائے گا، ورنہ اس سے اس راوی کی ثقاہت مجروح ہوجائے گی اور وہ ثقہ باقی نہیں رہے گا، البتہ اتنی شرط ضرور ہے کہ اس کی وہ زیادہ مضمون والی روایت اس سے زیادہ ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف نہ ہو۔

اب اس روایت میں آپ غور فرمائیں کہ حضرت معمر ثقہ راوی ہیں جو اس زیادتی کے ساتھ اس روایت کا ذکر کرتے ہیں، اور ان کی یہ زیادتی کسی ثقہ راوی کی روایت کے خلاف بھی نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ دوسروں نے اس حدیث کو ناقص ذکر کیا تھا، حضرت معمر نے پوری حدیث ذکر کردی، ناقص کے مقابلہ میں پوری حدیث ذکر کرنے کو مخالفت نہیں کہا جاتا ہے، مخالفت کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ دونوں احادیث کے مضامین ایک دوسرے کے ضد اور مخالف ہوں، اگر حضرت معمر کی حدیث میں یہ ہوتا کہ سورہ فاتحہ کے

بغیر ہی نماز ہو جائے گی تو یہ البتہ مخالفت ہوتی، مگر یہاں تو سورہ فاتحہ کے اثبات کے ساتھ مزید کچھ پڑھنے کا ذکر ہے، مزید پڑھنے والی بات بعض دوسرے محدثین نے نہیں ذکر کی ہے، مگر ان محدثین کے اس کو نہ ذکر کرنے کی وجہ سے اس کا حدیث کا حصہ نہ ہونا تو نہیں ثابت ہوتا ہے، محدثین کا یہ عام دستور ہے کہ وہ کبھی پوری حدیث ذکر کرتے ہیں اور کبھی اس کا ایک حصہ ذکر کرتے ہیں، اور امام بخاری کے یہاں خصوصاً صحیح بخاری میں یہ بات بہت عام ہے، جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے، اور یہی وجہ ہے کہ محدثین کو یہ قاعدہ بنانا پڑا کہ کوئی ثقہ راوی کسی زیادتی کو ذکر کرتا ہے تو وہ مقبول ہوگی، اس کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص جو سچا اور ثقہ ہے وہ کہتا ہے کہ آج فلاں مسجد میں فلاں سلفی امام صاحب نے نماز پڑھائی، ایک دوسرا شخص کہتا ہے کہ ان امام صاحب نے ننگے سر نماز پڑھائی، اور یہ بات کہنے والا بھی سچا ہے تو چونکہ اس کی یہ بات پہلے شخص کی بات کے خلاف نہیں ہے، نماز پڑھانے کا دونوں تذکرہ کر رہے ہیں، فرق یہ ہے کہ پہلے نے پوری بات نقل نہیں کی تھی اور دوسرے نے پوری بات نقل کر دی ہے، اس لئے اب اس دوسرے کی بات کو چونکہ وہ سچا اور قابل اعتبار ہے، رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، ورنہ اس کی سچائی اور ثقاہت پر حرف آئے گا، حالانکہ اس کی سچائی مسلّم ہے، بالکل اسی طرح حضرت معمرؒ نے پوری بات نقل کی ہے، اس وجہ سے ان کی بات کو رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

پھر امام بخاری کا یہ کہنا کہ فصاعداً کی زیادتی غیر معروف ہے، اس وجہ سے وہ ناقابل قبول ہے، حد درجہ تعجب خیز ہے۔ اس طرح کی باتوں سے احادیثِ رسول کے بارے میں تشکیک کا ذہن پیدا ہوتا ہے اور لوگوں میں انکارِ حدیث کا جذبہ پرورش پانے لگتا ہے، میں نے حد درجہ تعجب خیز اس لئے کہا ہے کہ کیا امام بخاری صرف انھیں حدیثوں کو قبول کریں گے جو معروف ہوں گی، اور جو احادیث غیر معروف ہوں گی اگرچہ واقع میں وہ حدیثِ رسول ہو امام بخاری اس کا انکار کریں گے؟ کیا کسی چیز کا غیر معروف ہونا اس بات کو لازم ہے کہ وہ موجود بھی نہ ہو، مکہ مکرمہ جتنا معروف لفظ ہے سعودیہ کا شہر الخبر اور بریدہ بھی اتنا ہی معروف ہے؟ اور کیا ان کا غیر معروف ہونا ان شہروں کے

وجود کی نفی کردے گا؟ اگر حضرت امام بخاری کا یہ اصول تسلیم کرلیا جائے تو ہر غیر معروف کی نفی کرنی پڑے گی۔

پھر کیا ضروری ہے کہ جو چیز امام بخاری کے نزدیک غیر معروف ہو وہ دوسرے محدثین کے یہاں بھی غیر معروف ہو۔ حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری کے معاصر ہیں اور فن حدیث میں ان کے ہم پلہ ہیں، بس انیس بیس کا فرق ہے، ان کے نزدیک فصاعداً کا لفظ ایسا مشہور تھا کہ انھوں نے حضرت معمر کی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ مسلم شریف میں ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کا مسلم شریف میں ہونا ہی اس کے قابل اعتبار ہونے کی دلیل ہے ، پس جن لوگوں نے حضرت عبادہ والی حدیث سے فصاعداً کا ٹکڑا حذف کردیا ہے قصور ان کا ہے کہ انھوں نے ناقص حدیث ذکر کی ہے، حضرت معمر نے پوری حدیث ذکر کرکے حضور ﷺ کی پوری بات امت تک پہونچانے کا کام انجام دیا ہے، حضرت معمر نے اس حدیث کو حضرت امام زہری سے نقل کیا ہے، اور محدثین فرماتے ہیں کہ امام زہری کے شاگردوں میں سے ان کی حدیث کے بارے میں امام معمر سب سے زیادہ ثبت ہیں۔ امام ذہبیؒ تذکرہ میں فرماتے ہیں: ھو من أثبت الناس فی الزھری یعنی امام معمر امام زہری کی حدیثوں کے بارے میں سب سے زیادہ قابل اعتبار ہیں، امام معمر کے حافظہ کا حال یہ تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت قتادہ سے چودہ سال کی عمر میں جو حدیثیں سنی ہیں وہ میرے سینہ میں آج بھی اس طرح محفوظ ہیں کأنہ مکتوب فی صدری (تذکرہ) گویا کہ وہ میرے سینہ میں لکھی ہوئی ہیں۔

اب کتنی عجیب بات ہے کہ جو شخص حضرت زہری کے باب میں سب سے زیادہ قابل اعتبار ہو اس کی اس حدیث کو جو زہری سے نقل کرتا ہے غیر معروف کہہ کر رَد کردیا جائے، اور جو أثبت فی الزھری نہ ہو ان کی زہری والی اسی حدیث کو قبول کیا جائے۔ امام بخاری الٹی گنگا بہانا چاہتے ہیں۔

بہرحال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمر کی حدیث کے بارے میں یہ فیصلہ کہ وہ

قابل قبول نہیں ہے، اس لئے کہ غیر معروف ہے اور اس کی کسی نے متابعت نہیں کی ہے، قطعاً واقعہ کے خلاف ہے۔ اس کا معروف ہونا تو اس طرح معلوم ہوگیا کہ حضرت امام مسلم نے اس کو اپنی مسلم شریف میں ذکر کیا ہے، اور رہا یہ کہ اس کا کوئی متابع نہیں ہے، تو یہ بھی خلافِ تحقیق بات ہے۔ حضرت معمر کی متابعت حضرت سفیان بن عیینہ جیسا محدث کرتا ہے۔ حضرت ابن عیینہ کی حدیث ابوداؤد میں ملاحظہ کرلی جائے، نیز حضرت عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے بھی اس زیادتی کو نقل کیا ہے۔ خود امام بخاری فرماتے ہیں: **ویقال ان عبد الرحمٰن بن اسحق تابع معمراً** ۔ یعنی کہا یہ جاتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے معمر کی متابعت کی ہے، اگرچہ امام بخاری نے حضرت اسحٰق کی حدیث کو کو یہ کہہ کر **ولا نعلم ان ھٰذا من صحیح حدیثه أم لا** ، یعنی ہمیں پتہ نہیں ہے کہ یہ حدیث ان کی صحیح حدیثوں میں سے ہے یا نہیں، عبدالرحمٰن والی حدیث کو نا قابل اعتبار قرار دیا ہے، مگر اس مسئلہ میں امام بخاری کے ہمنوا امام بیہقی نے یہ کہہ کر کہ **وھو کما قال** یعنی امام بخاری کا یہ کہنا کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے معمر کی متابعت کی ہے، صحیح اور درست ہے، امام بخاری نے اس حدیث کے بارے میں جو شک پیدا کیا تھا اس کا ازالہ کردیا ہے، اور امام بیہقی نے تو حضرت معمر کے دو متابع اور بھی ذکر کئے ہیں اور وہ ہیں امام اوزاعی اور شعیب بن حمزہ، اور ان دونوں نے جو لا صلوٰۃ والی حدیث میں **فصاعداً** کی زیادتی ذکر کی ہے امام بیہقی نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے، بلکہ صرف اتنا کہا کہ **کذا أتیٰ بھذہ الزیادۃ** یعنی اس زیادتی کو امام بیہقی تسلیم کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ حضرت معمر کی متابعت کرنے والے کئی جلیل القدر محدث ہوگئے، حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت عبد الرحمٰن بن اسحٰق، حضرت امام اوزاعی اور حضرت شعیب بن حمزہ، اور یہ چاروں کے چاروں جلیل القدر محدث ہیں، اس واضح حقیقت کے باوجود حضرت امام بخاری کا یہ کہنا کہ اس زیادتی کو روایت کرنے والے صرف معمر ہیں اور ثقات محدثین ان کی متابعت نہیں کرتے انصاف سے کتنی بعید بات ہے، اگر یہ ثقات محدثین نہیں ہیں تو پھر دنیا میں ''ثقہ محدث'' صفت کا کوئی محدث نہیں ہوگا، اور خود امام بخاری کی ان تمام روایتوں سے دست کشی

اختیار کرنی ہوگی جن کی سندوں میں یہ ائمہ حدیث مذکور ہیں، ناظرین یہ جان کر حیران ہوں گے کہ امام معمر کی متابعت کرنے والے یہ چاروں وہ ہیں جن کی روایتوں سے امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری بھری ہوئی ہے، اور جن کی روایتوں پر خود بخاری کو اعتماد ہے۔

ایک اور بات جو ہماری نگاہ میں حضرت معمر کو امام بخاری کے رد کرنے کی روش کو بے اعتبار کررہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے اپنے اس رسالہ کی ابتداء حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جس حدیث سے کی ہے اس میں خود حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورہ بھی مقتدی پڑھے، اور امام بخاری اس رسالہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ **ان لا صلوٰۃ إلا بفاتحۃ الکتاب وما زاد** ،یعنی یہ کہ بلا سورہ فاتحہ اور کچھ مزید کے نماز نہیں ہوگی۔ اور اسی کچھ مزید کو **فصاعداً** سے حضرت معمر کی روایت میں ظاہر کیا گیا ہے، تو جب حضرت امام بخاری خود ایسی حدیثیں ذکر کررہے ہیں اور ان پر کوئی کلام بھی نہیں کرتے جن میں سورہ فاتحہ پر زیادتی کو ذکر کیا گیا ہے تو اب حضرت معمر کی حدیث میں جو **فصاعدا** کا لفظ ہے اس کا انکار کرنا یہ محض زبردستی ہے، اور ایک مسلّم حقیقت کا انکار کرنا ہے، اور ثقہ محدثین کو بے اعتبار کرنے کی ناروا کوشش ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ جب میں پڑھتا ہوا آگے بڑھتا ہوں تو میری حیرانی میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، اور امام بخاری کے بارے میں میرا حسن عقیدت شدید مجروح ہوتا ہے، ابھی آپ نے دیکھا کہ حضرت معمر کی حدیث میں جو **فصاعداً** کی زیادتی ہے اور جس کی متابعت بہت سے ائمہ حدیث نے کی ہے، اس پر تو امام بخاری کو کلام ہے، مگر امام بخاری محمد بن اسحٰق سے سند والی ایک حدیث ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ ہروہ نماز جس میں قرآن نہ پڑھا جائے وہ ناقص ہوتی ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ اس میں یزید بن ہارون نے بفاتحۃ الکتاب کا لفظ زیادہ کیا ہے، اس زیادتی کو وہ بسر وچشم قبول کرتے ہیں، حالانکہ یہاں تو محمد بن اسحٰق کی وجہ سے اصل حدیث ہی مخدوش ہے،

محدثین نے محمد بن اسحٰق پر جتنا کلام کیا ہے کم ہی محدثین ہوں گے جن پر اتنی جرحیں کی گئی ہوں، محمد بن اسحٰق پر محدثین کی ان جرحوں کو نقل کرنے میں کافی طوالت ہے، ان کے بارے میں جو عام اتفاقی بات ہے وہ یہ ہے کہ مغازی میں تو یہ حجت ہیں مگر حلال وحرام کے مسئلہ میں یہ نا قابل اعتبار راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے ان کے بارے میں محدثین کی جرحوں اور تعدیلوں کو نقل کر کے اپنا فیصلہ یہ سنایا ہے: **والذی تقرر علیه العمل ان ابن اسحٰق الیه المرجع فی المغازی والایام النبویة مع انه یشذ باشیاء وانه لیس بحجة فی الحلال والحرام۔** (تذکرہ)

یعنی ابن اسحٰق مغازی اور غزوات میں مرجع ہیں، اور اس میں بھی وہ بہت سی شاذ چیزیں نقل کرتے ہیں، حلال وحرام میں وہ حجت نہیں ہیں۔

ابن اسحٰق کے بارے میں یہ انتہائی درجہ کا معتدل فیصلہ ہے، اور معتدل فیصلہ کا حاصل یہ ہے کہ ابن اسحٰق کی روایتیں حلال وحرام اور دینی وشرعی مسائل میں نا قابلِ قبول ہیں۔ مذہباً ابن اسحٰق قدری تھے، یعنی ان کا شمار اہل سنت والجماعت میں سے نہیں تھا، اور ابن اسحٰق کی ظاہری حالت یہ تھی کہ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں کہ: **کان یلعب بالدیوک**، کہ یہ صاحب مرغ بازی بھی کرتے تھے۔ (تذکرہ)

بہرحال امام بخاری کی ابن اسحٰق کی سند سے جو حضرت عائشہ کی روایت ہے وہ محدثین کے فرمان کے مطابق نا قابل اعتبار ہے، مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو اپنے اس رسالہ میں ذکر کرتے ہیں، اور چونکہ اصل روایت میں فاتحہ کا ذکر نہیں ہے، مطلق قرآن پڑھنے کا ذکر ہے جو امام بخاری کے مذہب کے خلاف ہے، اس لئے ان کو اس حدیث میں سورہ فاتحہ کا پیوند ڈھونڈنا پڑا، اور اس پیوند کو امام بخاری بے چوں چرا تسلیم کرتے ہیں، اس لئے کہ اس پیوند کے ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث سے امام بخاری کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ امام بخاری حضرت **معمر** کی حدیث جس میں **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب** کے ساتھ **فصاعداً** کا لفظ مذکور ہے، اس کو تسلیم

کرنے سے کیوں گھبرا رہے ہیں، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری کا مذہب قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا، اور اس حدیث میں اللہ کے رسول سورہ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ پڑھنے کا حکم فرما رہے ہیں، اور یہ حکم مقتدی کا نہیں بلکہ امام اور منفرد کا ہے، یعنی اب اس حدیث عبادہ بن صامت کا تعلق منفرد اور امام سے ہوگا مقتدی سے نہیں، اور چونکہ حضرت عبادہ والی یہی حدیث ان لوگوں کے مذہب کے لئے سب سے قوی دلیل تھی جو مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے کو واجب قرار دیتے ہیں، اور یہ اس شکل میں ہوگا جب پوری حدیث کو صرف **لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب** تک مانا جائے گا، اور اس میں سے **فصاعداً** کا کلمہ نکال دیا جائے گا، اس وجہ سے امام بخاری اور ان کے ہمنوا کا پورا زور اس پر صرف ہوتا ہے کہ حضرت معمر کی نے اس حدیث میں جو فصاعدا کا لفظ بھی ذکر کیا ہے اس کو غلط قرار دیا جائے، اور اس عمل کے لئے محدثین کے اصولوں کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی جاتی ہیں اور صحیح حدیث کو غلط ثابت کرنے پر پورا زور صرف کیا جاتا ہے، اس کی ابتداء امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے، اور انھیں کا سہارا لے کر دوسرے بھی جن کا مذہب یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھے گا اس صحیح حدیث سے جان چراتے ہیں۔ **إنا للہ وإنا إلیہ راجعون**

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں عمارہ بن میمون رحیب بن الشہید عن عطاء کے طریق سے ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ ذکر کی ہے:

وفی کل صلوٰۃ تقرأ فما اسمعنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسمعناکم وما اخفیٰ علینا اخفیناکم۔ **ترجمہ**: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے، پس جس نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت زور سے کی اور ہم کو سنایا ہم بھی ان نمازوں میں قرأت زور سے کرتے ہیں اور تم کو سناتے ہیں، اور جن نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قرأت کو ہم سے مخفی رکھا ہم بھی تم سے اپنی قرأت کو مخفی رکھتے ہیں۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ اس روایت کو امام بخاری اور ان کے ہمنواؤں کے مذہب سے کیا تعلق ہے، مگر چونکہ اس میں **وفی کل صلوٰۃ تقرأ** کا لفظ ہے، اس وجہ سے

امام بخاری نے اس سے یہ کشید کیا کہ مقتدی کی بھی نماز چونکہ نماز ہی ہے اس وجہ سے وہ بھی قرأت کرے گا، اور امام بخاری نے اس پر قطعاً دھیان نہیں دیا کہ پھر مقتدی کو جہری نماز میں جہراً قرأت کرنی ہوگی اور سرّی نماز میں سرّاً قرأت کرنی ہوگی، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ہم کو جن نمازوں میں سنایا ہم بھی تم کو سناتے ہیں، یہ سنانا جہراً قرأت سے ہوگا نہ کہ سرّاً۔

حضرت امام بخاری نے اپنے اس رسالہ میں بہت سی ایسی روایتیں ذکر کی ہیں جن کا ان کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور جن میں مطلق قرأت کا ذکر ہے سورہ فاتحہ کا ان میں کوئی تذکرہ ہی نہیں، مگر امام بخاری بلا تکلف ان روایتوں کو ذکر کرتے جاتے ہیں، امام بخاری نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا أفي كل صلوٰة قرأة، کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ تو آپ نے فرمایا نعم، ہاں ہر نماز میں قرأت ہے۔ اب اس روایت کا قرأت خلف الامام سے کیا تعلق ہے، مگر امام بخاری اس طرح کی روایتوں کو بھی ذکر کرتے ہیں اور زبردستی ان سے اپنے مذہب قرأت فاتحہ خلف الامام کی تائید حاصل کرتے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جیسا کہ معلوم ہے یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے، مگر وہ اپنے اس رسالہ میں ایسی روایتیں بھی لیتے ہیں جن سے سورہ فاتحہ کا صرف جواز ثابت ہوتا ہے، مثلاً اس روایت کو دیکھیں:

ابو عالیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مکہ میں پوچھا کہ کیا میں نماز میں قرأت کیا کروں؟ تو انھوں نے فرمایا: انی لاستحیی من رب هذا البيت أن أصلي صلوٰة لا أقرأ فيها ولو بام الكتاب، یعنی میں اس گھر کے رب سے شرم کھاتا ہوں کہ کوئی نماز پڑھوں اور اس میں قرآن نہ پڑھوں اگرچہ سورہ فاتحہ کیوں نہ ہو۔

اس روایت سے نماز میں مطلق قرآن پڑھنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے نہ کہ بطور خاص سورہ فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے، اور اس روایت میں یہ بھی نہیں ہے کہ یہ

پڑھنا مقتدی کے لئے ہے کہ امام کے لئے، کہ تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے، مگر امام بخاری رحمہ اللہ اپنی فقاہت سے اس کو اپنے مذہب کی دلیل سمجھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بھی امام بخاری نے ذکر کیا ہے:

عن یحییٰ البکاء (۱) سئل ابن عمر عن القرأة خلف الامام فقال ماکانوا یرون باساً أن یقرأ بفاتحة الکتاب فی نفسه ۔یعنی یحییٰ البکاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جو قرأت خلف الامام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ لوگ اپنے جی میں سورہ فاتحہ پڑھنے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس روایت سے کیا سورہ فاتحہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر صحابہ کرام سورہ فاتحہ پڑھتے ہی نہیں تھے، اور اگر پڑھتے بھی تھے تو اس کو واجب نہیں سمجھتے، اس طرح کی روایتوں کو ذکر کر کے معلوم نہیں امام بخاری کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں، مجھے بار بار یہ احساس ہوتا ہے کہ امام بخاری کو صرف **حدثنا حدثنا** کہنے کا فن تو آتا تھا، مگر ان کو دین میں تفقہ سے کچھ زیادہ حصہ نہیں ملا تھا، جس کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکے کہ کون سی روایت ان کے مطلب کے لئے مفید ہے اور کون سی مضر اور کس روایت سے وجوب ثابت ہوتا ہے اور کون سی روایت اباحت اور جواز کو بتلاتی ہے، جو اتنی موٹی موٹی باتوں کا بھی احادیث سے پتہ نہیں چلا سکے اس کو دین میں فقاہت سے کیا نسبت، ایسے مجرد قسم کے محدثین کو دین کے معرکہ خیز مسائل میں دخل اندازی سے گریز کرنا چاہئے تھا۔

---

(۱) تعجب ہے کہ امام بخاری نے یحییٰ البکاء کی روایت کو کیسے قبول کیا؟ یہ شخص انتہائی درجہ کا ضعیف راوی ہے، ائمہ جرح و تعدیل اس کی روایتوں کو مردود قرار دیتے ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ **لیس بقوی**۔ امام نسائی فرماتے ہیں: وہ **متروک الحدیث** ہے۔ دارقطنی فرماتے ہیں: **ضعیف**۔ ابن حبان فرماتے ہیں: اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ ابن معین فرماتے ہیں: وہ گنتی کے قابل نہیں ہے۔ دیکھو میزان الاعتدال، ج:۴، ص:۴۰۹ و تقریب لابن حجر، امام بخاری ایسے ضعیف و متروک راویوں کی روایت کا سہارا لیتے ہیں۔ **فسبحان اللہ ما اعظم شانه**

یادش بخیر! حضرت امام بخاری باایں قابلیت وتفقہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جب منہ آتے ہیں تو ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ جن صاحب کی فہم کا حال یہ ہو کہ ان کو اس کا بھی ادراک نہ ہو سکے کہ کون سی روایات ان کے مذہب کی مؤید ہیں اور کون سی روایتیں ان کے لئے مضر ہیں، کن روایتوں سے کسی چیز کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور کن روایتوں سے محض اباحت وجواز کا اثبات ہوتا ہے، ان کو حوصلہ ہوتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے خلاف جنبش قلم کریں اور اپنی زور آزمائی دکھلائیں اور وہ بھی بلا تحقیق اور خلاف واقعہ باتوں سے۔

اس رسالہ میں بھی امام بخاری نے امام ابوحنیفہ کو بخشا نہیں ہے، موقعہ ملا تو ان کو اپنے قلم کا نشانہ ضرور بنایا ہے، بلکہ بالقصد والارادہ انھوں نے اس کا موقع نکالا ہے، چنانچہ اپنے اس رسالہ میں لکھتے ہیں کہ:

"وقال بعض الناس یجزیہ آیۃ آیۃ فی الرکعتین الاولیین بالفارسیۃ ولایقرأ فی الاخریین۔ (ص:۷)

یعنی بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں فارسی زبان میں ایک ایک آیت پڑھنا کافی، اور آخر کی دو رکعتوں میں کچھ نہ پڑھے۔

جب امام بخاری بعض الناس کہتے ہیں تو عموماً اس سے ان کی مراد حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذات ہوتی ہے، بخاری کی یہ اصطلاح اہل علم میں بہت مشہور ہے، بخاری شریف میں یہی بعض الناس کہہ کر انھوں نے مذہب ابوحنیفہ اور امام ابوحنیفہ پر ضربِ کاری لگانے کی کوشش کی ہے۔

یہاں بعض الناس سے مراد حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے، محشی نے حاشیہ میں امام ابوحنیفہ کے نام کی صراحت بھی کردی ہے، اس عبارت میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی ہے، وہ بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ سے اس طرح کی کوئی

بات بسند صحیح یا غیر صحیح قطعاً ثابت نہیں ہے، اگر میری یہ بات غلط ہے تو کوئی بخاری کا حمایتی اٹھے اور سند صحیح سے امام ابو حنیفہ سے اس بات کو ثابت کرے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی اسی طرح کی غیر ذمہ دارانہ باتوں میں سے ایک بات وہ ہے جس کو انھوں نے اپنے اسی رسالہ میں نقل کیا ہے۔

اہل علم کو معلوم ہے کہ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مخصوص ترین تلامذہ میں سے تھے اور ان کے علوم کے امین، فقہ وحدیث میں ان کا مقام معلوم کرنا ہو تو حافظ ذہبی کا تذکرہ دیکھو۔ امام ذہبی نے صحابہ کرام کے بعد کبار تابعین کا ذکر شروع کیا ہے تو پہلے نمبر پر ان کا ذکر کیا ہے، امام ذہبی فرماتے ہیں: **كان فقيها اماماً بارعاً طيب الصوت بالقرآن، ثبتاً فيما ينقل، صاحب خير وورعٍ، كان يشبه ابن مسعود في هديه ودله وسمته وفضله** ۔یعنی علقمہ فقیہ، بلند مرتبہ امام، قرآن بہترین آواز میں پڑھنے والے تھے، احادیث کے بیان کرنے میں ثبت (انتہائی درجہ احتیاط سے بیان کرنے والے) تھے، صاحب خیر وورع تھے، چال ڈھال، عادت وسیرت اور فضل وکمال میں حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مشابہ تھے۔

نیز فرماتے ہیں کہ حضرت اُبی بن کعب سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ صحابہ کرام کو چھوڑ کر حضرت علقمہ کے پاس کیوں آتے ہیں، تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت علقمہ سے علمی سوالات کرتے ہیں اور ان سے فتویٰ معلوم کرتے ہیں۔

صرف اتنے سے اندازہ لگایئے کہ حضرت علقمہ کا دین اور علم میں کیا مقام تھا، مگر چونکہ حضرت علقمہ کے واسطہ ہی سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ابراہیم نخعی تک اور ان سے حماد تک اور ان سے حضرت امام ابو حنیفہ اور تمام فقہاء کوفہ تک پہونچا ہے، اور کوفہ والوں کی فقہ سے حضرت امام بخاری کو بیزاری ہے، اس وجہ سے انھوں نے حضرت علقمہ جیسے شخص کو بھی نہیں بخشا، اور ان کے بارے میں اسی کتاب میں خدا کا خوف کھائے بغیر یہ لکھ مارا کہ علقمہ اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں یہ مروی ہے کہ ان لوگوں نے

قرآن سے سورہ فاتحہ کو مٹا دیا تھا (یعنی نکال دیا تھا) امام بخاری کے الفاظ یہ ہیں: **ویروی ایضاً عنهم انهم محوا فاتحة الکتاب من المصحف** ،اس کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر میں نے کیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہتے وقت امام بخاری کے ذہن سے رسول پاک ﷺ کا وہ ارشاد بالکل محو ہو گیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا پھرے، امام بخاری نے حضرت علقمہ کی شان میں یہ غلط بات اس لئے کہی کہ ان کا مذہب قرأت خلف الامام کا نہیں تھا، تو اب امام بخاری یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت علقمہ وغیرہ سورہ فاتحہ ہی کے دشمن تھے، اس کو وہ امام کے پیچھے پڑھیں گے کیا انھوں نے تو اس کو قرآن ہی سے نکال دیا تھا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف ان کے حاسدوں نے بہت سی خلاف واقعہ باتوں کو ان کے زمانہ میں مشتہر کرنا شروع کر دیا تھا، جو بعد میں رواج پاتی چلی گئیں، اور اس کی تحقیق کئے بغیر کہ حضرت امام کی طرف ان باتوں کی نسبت صحیح بھی ہے یا نہیں، بہت سے بزرگوں نے ان کو اپنی کتابوں میں نقل کرنا شروع کر دیا، حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کا شکار ہوئے، اللہ ان کی اور ہم سب کی زلات کو معاف کرے۔

ان چند باتوں سے آپ نے معلوم کر لیا ہوگا کہ امام بخاری کے رسالہ جزءقرأۃ خلف الامام کی حقیقت کیا ہے، اور وہ کتنا قابل بھروسہ اور تحقیقی اور اپنے مقصد میں کتنا کامیاب رسالہ ہے۔

میں اسی مختصر تحریر پر اپنی بات ختم کرتا ہوں، پورے رسالہ پر تبصرہ کرنا اس وقت میرے پیش نظر نہیں ہے۔

اطلاعاً عرض ہے کہ اگر کسی کو میری بات سے اختلاف ہو تو اس کے لئے زمزم کے صفحات حاضر ہیں، وہ آئے اور اپنی تحقیق پیش کرے۔

☆☆☆☆☆